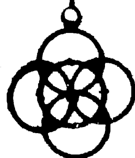
نشاطِ دلؔ

شعری مجموعہ

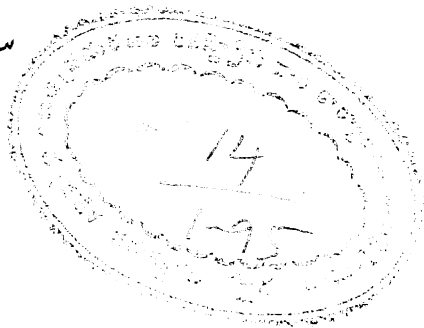


یحیی اجمیلؔ

○ نام کتاب ۔ نشاطِ دل
○ مصنّف ۔ یحییٰ جمیل
○ تعداد صفحات ۔ ۹۶
○ سنہ اشاعت ۔ ۱۹۹۴ء
○ تعداد ۔ ۵۰۰ عدد
○ کتابت ۔ محمّد عبدالرؤف
○ طباعت ۔ دائرہ پریس چھتہ بازار
○ سرِورق ۔ ریاض خوشنویس
○ طباعت سرورق ۔ فیمس بلاکس چھتہ بازار
○ قیمت ۔ ۳۰ روپے
○ بہ اہتمام ۔ جناب محبوب علی خاں اخگر
○ معاون ۔ جناب رؤف رحیم، معتمد ادبستان دکن
○ ناشر ۔ ادبستان دکن بہ یادگار حضرت صفی اورنگ آبادی

○ جزوی مالی اعانت آندھراپردیش اُردو اکیڈیمی ۔ حیدرآباد

مِلنے کے پتے:
(۱)۔ حُسامی بکڈپو، مچھلی کمان حیدرآباد
(۲)۔ اسٹوڈنٹس بک ہاؤس چارمینار حیدرآباد
(۳)۔ محمّد حامد محی الدین مکان نمبر 525-5-20 شکر گنج حیدرآباد



اِنتساب

والد مرحوم حضرت محمد شمس الدین تاباںؔ کے
نام
جن کے فیضِ صحبت نے مجھے شاعر بنایا۔ اور
والدہ محترمہ کے نام

یحییٰ جمیل

نشاطِ دِل

میں ہوں سب کا ہی کسی سے مجھے کچھ بیر نہیں
"غیر سمجھو نہ مجھے تم، میں کوئی غیر نہیں"

میرا پورا نام محمد یحییٰ صفی الدین ہے اور میں نے یحییٰ جمیل قلمی نام اختیار کیا ۱۹۵۱ء میں حیدرآباد کے علمی گھرانے میں پیدا ہوا والد محترم جناب شمس الدین تاباں سے شرف تلمذ رہا۔ حضرت تاباں ہمیشہ سے بزرگانِ دین سے وابستہ رہے۔ اسی لیے میرے نام کو بھی اُن ہی سے منسوب کیا یعنی حضرت یحییٰ پاشاہ قبلہ اور حضرت صفی اورنگ آبادی کے ناموں کی نسبت سے میرا نام محمد یحییٰ صفی الدین اور جناب جمیل احمد صاحب کے نام سے جمیل رکھا گیا۔ شاعری کا شوق بچپن سے رہا۔ والدِ محترم کا شمار دکن کے استاد شعراء میں ہوتا ہے ان کے کلام کا اثر قبول کرنا فطری بات ہے نیز والدِ مرحوم کے احباب کی محفلیں اور مشاعروں میں شرکت سے ذوقِ ادب کو ہوا ملی اور شاعری کا آغاز ۱۹۶۵ء میں ہوا۔ میرے ذہن میں غزل کے معنیٰ محبوب سے بات چیت کے ہیں پھر بھی میں نے اپنے اشعار میں کچھ مسائل اور عصرِ حاضر کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ میرا کلام آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد سے نشر ہوتا ہے اور اخبارات میں شائع ہوتا ہے طرحی مشاعروں میں شرکت کرتا ہوں نعت اور غزل میری پسندیدہ اصنافِ سخن ہیں میں نے نظمیں بھی لکھی ہیں۔ محکمہ سروے اینڈ لائینڈ ریکارڈ میں بحیثیت ڈرافٹمن ملازم ہوں میری شاعری کے ذوق کو بڑھانے میں میرے چھوٹے بھائی رؤف رحیم کا بڑا دخل ہے وہ حیدرآباد کے سنجیدہ و مزاحیہ شعراء کے علاوہ ادبی حلقوں میں اپنا خاص مقام رکھتے ہیں "نشاطِ دل" میرے کلام کا پہلا مجموعہ ہے امید کہ میری ہمت افزائی ہوگی ناسپاس گزاری ہوگی اگر میں اپنے چھوٹے بھائی رؤف رحیم اور جناب محبوب علی خاں اخگر کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی کوششوں سے نشاطِ دل منظرِ عام پر آئی ہے۔

شعر کہنا شوق ہے پیشہ نہیں میرا جمیل ÷ سچ یہ کہتا ہوں نہیں خواہاں کسی کی داد کا

یحییٰ جمیل

20-5-525
شکر گنج حیدرآباد 500265

"نشاطِ دل" شعری آئینے میں

آج کل سب سے ارزاں جنس اور شہرت کا سب سے آسان نسخہ شاعری ہے۔ ہر وہ نوآموز جو اپنی خوش گلوئی سے عوام کو متوجہ کر سکتا ہے جلد شہرت و مقبولیت حاصل کر لیتا ہے لیکن ایسے نام نہاد شعراء کے علاوہ ایسے سنجیدہ اور باذوق شعراء بھی نظر آتے ہیں جو اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کے باوجود عام نگاہوں سے بچ کر پردے میں رہتے ہیں۔ انھیں پردے میں رہنے والے شاعروں میں "نشاطِ دل" کے تخلیق کار یحییٰ جمیل بھی ہیں، جن کے کلام سے جو "نشاطِ دل" کے اوراق پر بکھرا ہوا ہے، اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خیالات، طرزِ ادا، صحت و صفائی زبان اور محاسن شاعری کے اعتبار سے صحیح معنوں میں شاعر ہیں۔

یحییٰ جمیل نے اپنے کلام میں وہ بات پیدا کی ہے جو روایتی غزل سے قدرے مختلف ہے۔ انھوں نے عصرِ حاضر کی الجھنوں اور سیاسی پیچیدگیوں کو غزل کی زبان میں شیرینی اور دلکشی کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس میں ان کی ادبی بصیرت کھل کر سامنے آتی ہے۔

کسی شاعر کے کلام کو ایک مسلّمہ معیار پر پرکھنا بہت ہی مشکل ہے اور ایسا مسلّمہ معیار اب ہے کہاں؟ میں تو اکثر شعر و سخن کو دو طرح تقسیم کرتا ہوں۔ ایک الفاظ کی رنگ آمیزی و دستکاری، اور ایک فطری فن کاری۔ اس کے علاوہ میں کسی اور پیمانے سے واقف نہیں۔ یحییٰ جمیل پیر دو طرح سے شعر و سخن کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔

داستان آرائی اور اندازِ بیان کی حدود سے کچھ آگے بڑھ کر وجدان کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ اس جگہ شاعرِ "نشاطِ دل" حقیقتاً دلی نشاط سے مالامال

نظر آتا ہے۔ اس کے کلام میں انداز و بیان کی پختگی نہ سہی لیکن بھرپور دوشیزگی ملتی ہے اس میں شک نہیں کہ شاعری جذبات کے لحاظ سے بڑی وسیع چیز ہے لیکن فنی حیثیت سے وہ محدود بھی ہے اور اس تنگی میں کائینات کی سی وسعت پیدا کرنا یقیناً شاعری کے کمال میں داخل ہے۔ جس کی مثالیں یحییٰ جمیل کے کلام میں جابجا ملتی ہیں۔

غزل ایک بُتِ ہزار شیوہ ہے اور ہر دَور میں زندگی کے اہم میلانات کو اپنی مخصوص زبان میں اور اپنے رمز و ایماء کے پیرائے میں ظاہر کرتی رہی ہے، آج بھی ظاہر کر رہی ہے اور آئندہ بھی کرتی رہے گی۔ یہ داخلیت کی آواز ہے مگر اسی داخلیت میں خارجیت جس طرح پھوٹ نکلتی ہے اس کو اہلِ نظر جانتے ہیں۔ اچھا غزل گو داخلیت اور خارجیت کے اس ربط انفرادیت اور ماحول کے اس رشتے کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ یحییٰ جمیل کے کلام میں داخلیت اور خارجیت کا جو سنگم ملتا ہے وہ دلوں کو موہ لیتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے کلام میں شعریت اور روانی کے ساتھ صحت زبان کا التزام بھی ملتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جیسے جیسے ان کا شعور اور پختہ ہوتا جائے گا، زندگی کے نتیجہ خیز حقائق کی عکاسی میں وہ اور زیادہ کامیاب ہوں گے اور ایک دن آئے گا کہ لوگ مرحوم شمس الدین تاباں کو اپنے درمیان زندہ موجود سمجھیں گے اور مکتبِ صفی مکتبِ داغ کی طرح رہتی دنیا تک زندہ جاوید رہے گا۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ یحییٰ جمیل کو ادبی حلقوں میں "بے پردہ" کرنے والے ان کے چھوٹے بھائی رؤف رحیم ہیں۔ وہ اگر دلچسپی نہ لیتے تو ادبی حلقے ایک جواں سال اور باصلاحیت شاعر سے واقف نہ ہوتے اور ایک کمی رہ جاتی۔ ذیل میں یحییٰ جمیل کے چند شعر درج ہیں اس لیے کہ انھیں پڑھنے کے بعد قارئین سطور بالا میں ظاہر کردہ میرے خیالات سے متفق ہو کر ایک ادبی مسرت محسوس کریں۔

اے جمیل آپ خرد مندوں میں ہیں اہلِ خرد
اور دیکھے گئے دیوانوں میں دیوانوں سے

نشاطِ دل

آنکھوں سے بیاں کر دیا ہے تفصیلِ غمِ دل
جب بن نہ پڑی آپ سے گفتار کی صورت

حقارت سے نہ دیکھا کیجیے اپنے سے کمتر کو
ترقی کرتے کرتے آئینہ بنتا ہے پتھر سے

دشمن ہزار بنتے ہیں اس ایک نام سے
کیا چیز ہے یہ دوستو شہرت نہ پوچھئے

مسکرا کے جو دیکھ لیتے ہیں
بس وہ دن روزِ عید ہوتا ہے

وہ نہ آئے تو بے قراری تھی
جو وہ آئے تو بے قراری ہے

کس کام کا وہ سجدہ جو دل سے ادا نہ ہو
اخلاص ہو نہ جس میں وہ کچھ بندگی نہیں

ان سے کیا نظریں ملیں دل میں بنائے غم پڑے
پہلا پتھر بن گیا وہ پیار کی بنیاد کا

سید نظیر علی عدیل

بیت النظیر مغلپورہ
حیدرآباد

"نشاطِ دل" غزل کا آئینہ

شاعری کا تعلق دِلی جذبات سے ہوتا ہے اور جذبات کسی کے تابع نہیں ہوتے بلکہ شاعر کی طبیعت اُن جذبات کو اپنے سانچے میں ڈھالتی ہے اور جو شعر بنتے ہیں وہی اصل شاعری ہے۔ غزل کے معنی محبوب سے بات چیت کے ہیں لیکن غزل نے وقت کے ساتھ ساتھ عصرِ حاضر کی ضرورتوں کو قبول کرتے ہوئے اپنا تال میل برقرار رکھا کبھی ترقی پسند تحریک نے اُسے تضیع اوقات تصور کیا اور نظموں کو فروغ دینے کی ٹھانی لیکن غزل چونکہ عوام و خواص کی پسندیدہ صنف تھی اسی لیے اس کا زوال نا ممکن تھا اور شاعری غزل کے بغیر ادھوری محسوس ہونے لگی جتنا غزل کو دبانے کی کوشش کی گئی اتنی ہی اُبھر کر سامنے آئی ایک شعر میں ایک نظم کو نظم کرنا کمالِ فن ہی تو ہے۔

حضرت محمد شمس الدین تاباں دکن کے مایہ ناز شاعر تھے غزل کے لوازمات سے واقفیت اُنھیں اپنے اُستاد حضرت صفی اورنگ آبادی سے ملی تھی علمِ عروض پر انھیں دسترس حاصل تھا۔ شعر میں محاورہ بندی، ضرب الامثال شعر کی معنویت اور حسن کو دوبالا کرتے ہیں جو دبستانِ صفی کا خاصہ رہا ہے۔

جناب یحییٰ جمیل کو ممتاز شاعر جناب شمس الدین تاباں مرحوم کے فرزند ہونے کا شرف حاصل ہے شاعری خون میں ہونے کے باعث اُنھیں کلام لکھنے میں کوئی تامل نہیں رہا لیکن بقول اُن کے اُن کی شاعری میں مسائلِ حسن و عشق بہت ہیں یعنی ہجر اور وصل کے مزے، انتظار کا غم، وصل کی خوشی، جور و ستم حزن و ملال ان کے پسندیدہ موضوع ہیں لیکن یہی نہیں اُنھوں نے غمِ جاناں کے علاوہ غمِ دوجہاں کو بھی اپنے شعروں میں قلمبند کیا ہے حسنِ یار یعنی حسنِ عارضی کے ساتھ ساتھ حسنِ ازلی کو بھی فراموش نہیں کیا۔

حیدرآباد دکن میں طرحی مشاعروں کی روایت عام ہے اور جناب یحییٰ جمیل کی زیادہ

غزلیں طرحی مشاعروں کے لیئے لکھی گئی ہیں صاف ظاہر ہے کہ طرحی غزلیات میں قافیہ ردیف کی پابندی شاعر کے ذہن کی آزادی کو قید کر لیتی ہے۔ جناب یحییٰ جمیل غزل کے شاعر ہیں اُنھوں نے نظمیں بھی لکھی ہیں۔ چند شعر ملاحظہ ہوں: ؎

ایسے محسوس ہوا جیسے پکارا تم نے
یہ حقیقت ہے کہ دھوکہ ہے مرے کانوں کا

پہلے وفا کے نام پہ دیتے تھے جان لوگ
اب بے وفائی پیار کا دستور ہو گیا

فرقت میں تڑپنے کا بھلا تم کو پتہ کیا
دیکھو تو کبھی آ کے دلِ زار کی صورت

اب فرق ہجر و وصل میں باقی نہیں رہا
دِل میں چھپا کے رکھ لی ہے تصویر یار کی

نہیں ہیں عشق و محبت کے مرحلے آساں
کلیجہ چاہیئے اس بارِ عاشقی کے لیئے

حُسن و عشق کی معاملہ بندی کے علاوہ اپنے چند اشعار جن میں اُنھوں نے عصرِ حاضر کے مسائل کے علاوہ فلسفۂ حیات کو اپنی روشنائی سے روشن کیا ہے قارئین کے روبرو پیش ہیں۔

حوصلہ دیکھا نہیں آپ نے دیوانوں کا
ہم نے رُخ موڑ دیا ہے کئی طوفانوں کا

حقارت سے نہ دیکھا کیجیئے اپنے سے کم تر کو
ترقی کرتے کرتے آئینہ بنتا ہے پتھّر سے

کہیں رہزنوں کے ہاتھوں یہ نظام آ نہ جائے
کہیں گردشِ زمانہ تہہِ دام آ نہ جائے

جنوں سر میں لیئے کوہ کن سا لگتا ہے
وہ ایک شخص مجھے انجمن سا لگتا ہے

ہو کے آزاد اب بھی صیدی ہیں
اب تڑپتے ہیں بال و پر کے لیئے

اسی طرح سے ان کے کلام میں بہت عمدہ عمدہ شعر مل جائیں گے "نشاطِ دل" میں شامل غزلیات امید کہ اہلِ دل قارئین کو پسند آئیں گی اور وہ اپنی ہمت افزائی سے نئی نسل میں شاعری کی جانب بڑھتے ہوئے قدموں کو اپنی رائے کی مشعل سے رہنمائی فرمائیں گے۔
جناب یحییٰ جمیل بزمِ تاباں کے نائب صدر ہونے کے علاوہ علمی اور دینی انجمنوں سے وابستہ ہیں۔
گو کہ جناب یحییٰ جمیل میرے بڑے بھائی لیکن میں بحیثیت معتمد ادبستانِ دکن ان کے اس مجموعہ کلام پر انھیں مبارکباد پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ وہ ان راہوں پر آگے ہی آگے بڑھتے جائیں گے۔

رؤف رحیم
"معتمد ادبستانِ دکن"
بہ یادگار حضرت صفی اورنگ آبادی
۲۰-۵-۵۲۵ شکر گنج حیدرآباد

حمدِ باری تعالےٰ

دُنیا کا حُسن، حُسن ہے اسکے جمال سے
دریا بھی موج زن ہیں اسی کے جلال سے

پائے عروج جو ترے فکر و خیال سے
دُنیا میں بے نیاز ہے وہ ہر زوال سے

تجھ کو حبیبِ پاک کا دیتا ہوں واسطہ
ہم کو بچا لے حشر میں اپنے جلال سے

نادان دوستوں سے بھی محفوظ رکھ ہمیں
پہنچے نہ کچھ گزند کبھی دشمن کی چال سے

ایسی زباں دے جس پہ رہے ذکر بس ترا
دل ایسا دے جو دھڑکے ترے ہی خیال سے

مَیں کس لیے سُناؤں زباں سے پھر اپنا حال
آگاہ کیا نہیں ہے خدا میرے حال سے؟

دُنیا کی حرص، و آز میں پھنسنے نہ پائیں ہم
رکھنا بچا کے دشمنِ آدمؑ کی چال سے

جو مُدعیِّ خدائی کے تھے کیا ہِلا اُنھیں
انجام کیا ہوا ترے قہر و جلال سے

محشر میں اُنؐ کا سایۂ دامن نصیب ہو
کر شاد تو جمیلؔ کو اُنؐ کے جمال سے

نعتِ شریف

ننگا ہوں میں جس کی سمائے محمدؐ
کوئی پھر نہ بھائے سوائے محمدؐ

گرے منہ کے بل سارے اصنامِ کعبہ
یہاں جوں ہی تشریف لائے محمدؐ

بغیر اُن کے منزل نہیں ملنے والی
رضائے خُدا ہے رضائے محمدؐ

عدو بھی تھے محفوظ سائے میں جسکے
تھی کتنی مبارک قبائے محمدؐ

وہ مختارِ کُل ہیں زمیں آسماں کے
یہ دنیا ہوئی ہے برائے محمدؐ

جمیلؔ اپنا دعویٰ رکھو پاس اپنے
خدا جب کہ ہے خود فِدائے محمدؐ

نعتِ پاک ﷺ

خدا نے اُن پہ درود و سلام بھیجا ہے
مرے حضور کا رتبہ بھی کتنا اعلیٰ ہے

بشر ہے کہنے کو لیکن بشر نہیں آقا ﷺ
اسی لیے مرے سرکار کا نہ سایہ ہے

ہے دشمنوں پہ بھی اپنوں کے جیسا لطف و کرم
رسول پاک کا انداز ہی نرالا ہے

بغیر عشقِ نبی ﷺ قربِ حق نہیں ممکن
نبی ﷺ کا چاہنے والا جہاں میں اعلیٰ ہے

خدا کے بعد محمد ﷺ کا ذکر ہے لب پر
اُنہی کے نام کا دنیا میں بول بالا ہے

نبی ﷺ کے نقشِ قدم راہ میں چمکتے ہیں
کرے جو پیروی اُن کی نصیب والا ہے

جمیلؔ مجھ کو نہیں خوف، روزِ محشر کا
کہ عاصیوں کے لیے ہی تو کملی والا ہے

نعت نبیؐ

دیدارِ حق ہے آپؐ کا دیدار یا نبیؐ
اللہ کو بھی آپؐ سے ہے پیار یا نبیؐ

دُنیا و دیں ملے ہمیں صدقے میں آپؐ کے
دونوں جہاں کے آپؐ ہیں مختار یا نبیؐ

دُنیا کا غم ہمیں ہے نہ عقبیٰ کا غم ہمیں
جب عاصیوں کے آپؐ ہیں غمخوار یا نبیؐ

دُنیا نے جانا آپؐ سے انسانیت ہے کیا
انسانیت کا آپؐ ہیں معیار یا نبیؐ

جب تک نصیب ہو گا نہ دیدار آپؐ کا
ہو گی ہماری موت بھی دشوار یا نبیؐ

ہو گی شفا تو روضۂ اقدسؐ کو دیکھ کر
میرا یہ دل ہے آپؐ کا بیمار یا نبیؐ

دعوائے عشق آپؐ سے کیا کر سکے جمیلؔ
اللہ خود ہے آپؐ کا دِلدار یا نبیؐ

نعتِ شریف

ہم اتنا جانتے ہیں رسولِ خُدا ہیں آپ ﷺ
اللہ جانتا ہے حقیقت میں کیا ہیں آپ ﷺ

بھیجیں درود جبکہ ملک اور خود خُدا
کیا کہہ سکوں گا کتنے علو مرتبہ ہیں آپ ﷺ

ہے روحِ اولین بھی اور آخری بھی ہیں
گو انتہا ہیں آپ مگر ابتدا ہیں آپ ﷺ

پیدا ہوئی ہے آپ ﷺ کی خاطر یہ کائنات
نُورِ خُدا ہیں مظہرِ شانِ خدا ہیں آپ ﷺ

نقشِ قدم پہ چلتے ہی منزل ملی اُسے
ہر راہرو کے واسطے وہ رہنما ہیں آپ ﷺ

نُورِ خُدا ہیں اصل میں کہنے کو ہیں بشر
شان و گمان سے بھی ہمارے سوا ہیں آپ ﷺ

ہم مرتبہ ہو کوئی یہ ممکن نہیں جمیل
سب متفق ہیں اس پہ کہ بعد از خدا ہیں آپ ﷺ

نعتِ سرکارِ دو عالم ﷺ

خالق کی اس خدائی کا اظہار آپ ﷺ ہیں
دونوں جہاں کے مالک و مختار آپ ﷺ ہیں

اللہ رے محبِّ بھی ہیں محبوب بھی ہیں آپ ﷺ
سچ ہے بجا ہے محبوب و دلدار آپ ﷺ ہیں

صادق امین کہتے تھے دشمن بھی آپ ﷺ کو
ایسے بلند صاحبِ کردار آپ ﷺ ہیں

تسکینِ قلب ملتی ہے سب کو درود سے
ہم کیا کہیں کہ کیا مرے سرکار آپ ﷺ ہیں

میرے حضور! آپ ﷺ کے رستے میں ہے نجات
علم و عمل کا منبع و مینار آپ ﷺ ہیں

دُنیا کا ڈر نہیں ہے نہ غم آخرت کا ہے
جب عاصیوں کے مونس و غمخوار آپ ﷺ ہیں

ماضی بعید ہو کہ ہو وہ حال اے جمیل!
ہر دور میں ہی خلق کا معیار آپ ﷺ ہیں

نعتِ اقدسؐ

لفظوں میں بیاں کیسے ہو پھر شانِ محمدؐ
جب حد ہی نہ رکھے کوئی عنوانِ محمدؐ

آؤ کہ دکھاؤں میں تمہیں شانِ محمدؐ
شاہوں سے بھی بڑھ کر ہیں غلامانِ محمدؐ

صدقے میں ملی آپؐ کے ایمان کی دولت
اُمت نہ بھلا پائے گی احسانِ محمدؐ

کیا ذکرِ محمدؐ میں ہے لذت یہ نہ پوچھو
تسکین دل و جاں کا ہے عنوانِ محمدؐ

تا حشر نظیر ایسی نہیں دے گا زمانہ
دُشمن کو چھپا لیتے تھے دامانِ محمدؐ

فرمایا کبھی آپؐ نے کچھ اپنی طرف سے؟
اللہ کا فرمان ہے فرمانِ محمدؐ

فیضانِ نبیؐ مجھ سے جمیلؔ آپ نہ پوچھیں
جاری ہے ازل ہی سے یہ فیضانِ محمدؐ

غزلیات

پوچھتے ہو حال کیا میرے دلِ ناشاد کا
چھوڑ بھی دو تذکرہ اس خانماں برباد کا

ایسی آزادی سے بہتر ہے اسیری واقعی
قید رکھا دل میں مجھ کو شکریہ صیاد کا

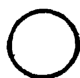
اُن سے کیا نظریں ملیں دل میں بنائے غم پڑی
پہلا پتھر بن گیا وہ پیار کی بنیاد کا

موت کا جب وقت آتا ہے تو ٹل سکتا نہیں
مل نہیں سکتا کوئی موقع ہمیں فریاد کا

سچ کہا جس نے کہا اللہ بس باقی ہوس
اب نہ وہ نمرود کا دعویٰ ہے نہ شداد کا

اب وہ صدیقؓ و عمرؓ عثمانؓ حیدرؓ ہیں کہاں
دل تھا جن کا موم سینہ تھا مگر فولاد کا

شعر کہنا شوق ہے پیشہ نہیں میرا جمیلؔ
سچ میں کہتا ہوں، نہیں خواہاں کسی کی داد کا



ایسا ہے کوئی عشق میں جو مبتلا نہیں؟
بندے تو بندے اس سے خدا بھی بچا نہیں

کیوں نہ ادائے ناز پہ قربان جائیے
کہتے ہیں مجھ میں کوئی بھی ناز و ادا نہیں

جو جی میں آئے کہدو تمہیں اختیار ہے
لیکن کرو یقین کہ میں بے وفا نہیں

اچھا ہوں یا بُرا ہوں مگر ہوں میں آپ کا
اعمال کا بُرا ہوں میں دل کا بُرا نہیں

یہ جان کر بھی عشق میں ہوتے ہیں مبتلا
دُنیا میں اس مرض کی کہیں کچھ دوا نہیں

اک دن کی یاد دل میں ہے اور ہے زباں پہ نام
کیسے کہوں میں جینے کا کچھ آسرا نہیں

ہر دم بسے ہوئے ہیں وہی دل میں اے جمیلؔ
اس دل کی دھڑکنوں میں کوئی دوسرا نہیں



آغاز جو ہو جائے انجام کی پروا کیا
کرتے ہو محبت جب الزام کی پروا کیا

آجائے گی خود چل کر منزل ہی ترے آگے
جب دُور سے آیا ہے دو گام کی پروا کیا

ساقی ترا مے خانہ تجھ کو ہی مبارک ہو
جب چھوڑ دی مے نوشی پھر جام کی پروا کیا

ملتے ہی نظر ان سے دل اپنا دھڑکتا ہے
ہم عشق کے ماروں کو آرام کی پروا کیا

بدلے میں وفاؤں کے چاہو نہ وفا لوگو
خدمات محبت میں انعام کی پروا کیا

معراجِ محبت ہے یوں خود کو فنا کرنا
سودائے محبت میں آلام کی پروا کیا

ہوتی ہے جو رسوائی ہونے دو جمیل اپنی
بدنام تو ہو بیٹھے پھر نام کی پروا کیا



نہ پروا ہے زمانہ کی نہ مطلب ہے مقدر سے
بہت کچھ بے طلب ہی پا گیا ہوں آپکے در سے

جو رعبِ حسن سے عرضِ تمنا ہو گئی مشکل
زباں کا کام میں نے لے لیا ہے دیدۂ تر سے

ہمارے پیار کی دولت نہایت بیش قیمت ہے
نہ تولا کیجئے اس کو خدارا مال سے زر سے

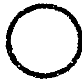
حقارت سے نہ دیکھا کیجئے اپنے سے کمتر کو
ترقی کرتے کرتے آئینہ بنتا ہے پتھر سے

کھلے دشمن سے بچ جانا بہت آسان ہے لیکن
بہت دشوار ہے بچنا یہاں احباب کے شر سے

اُدھر سے آنے جانے کا کوئی مقصد نہیں ہوتا
مرے گھر کا ہے رستہ بندہ پرور آپکے گھر سے

جمیلِ خستہ جاں پر طعنہ و تشنیع کیوں آخر!
کریدا تو نہ کیجے زخمِ دل لفظوں کے نشتر سے





یاد آئے کہ نہیں اپنا تمہیں گھر لکھنا
اپنا احوال میرے خط میں برابر لکھنا

جو مرے دل پہ گزرتی ہے ذرا دیکھ بھی لو
کتنا رنگین لہو سے ہے یہ منظر لکھنا

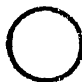
تشنگی میرے لبوں پہ ہے تمہیں یاد رہے
میرے بھی نام خدارا کوئی ساغر لکھنا

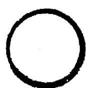
اپنے لہجے سے انا کو نہ مری ٹھیس لگے
میرے دل کو نہ مرے دوست تو پتھر لکھنا

جب محبت ہی نہیں مجھ سے مرے دوست تجھے
کیوں چھلک جاتے ہیں پھر آنکھوں کے ساغر لکھنا

جو ستم آپ کے ہنس ہنس کے سہا کرتا ہے
اس کو مظلوم نہیں لکھنا، دلاور لکھنا

ہے گنہگار جمیل اتنا کہ الفت کی ہے
جتنے الزام محبت ہوں مرے سر لکھنا





حوصلہ آپ نے دیکھا نہیں دیوانوں کا
ہم نے رُخ موڑ دیا ہے کئی طوفانوں کا

بات جب عزت و ناموس پہ اپنی آئی !
خود گلا گھونٹ دیا اپنے ہی ارمانوں کا

ایسے محسوس ہوا جیسے پکارا تم نے
ورنہ دھوکا تھا حقیقت میں مرے کانوں کا

آپ کی مدبھری آنکھوں سے پیا ہے جب سے
نام ہم نے نہ لیا پھر کبھی پیمانوں کا

منہ چھپانا تو ادا آپ کی ٹھہری لیکن
ہو گیا خوں مرے دل کے کئی ارمانوں کا

تم سدا خوش رہو گلشن میں پھلو اور پھولو
نہ پڑے تم پہ کبھی سایہ بھی ویرانوں کا

آپ کے پیار میں جینے کا سلیقہ آیا !
کیا صلہ دے گا جمیلؔ آپ کے احسانوں کا





جو اُس نگاہِ ناز کا منظور ہو گیا
دونوں جہاں میں ناصر و منصور ہو گیا

اپنی اَنا میں آپ جو محصور ہو گیا
کہتے ہیں مجھ کو لوگ کہ مغرور ہو گیا

رہ رہ کے تیر یاد کے کھاتے ہیں رات دن
اب دل ہمارا درد کا ناسور ہو گیا

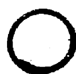
پہلے وفا کے نام پہ دیتے تھے جان لوگ
اب بے وفائی پیار کا دستور ہو گیا

دِل ٹوٹنے سے دولتِ غم مل گئی مجھے
کیا ہو گیا جو شیشۂ دل چُور ہو گیا

اُن کی نگاہِ مست کے قربان جائیے
آنکھوں کے جام پیتے ہی مخمور ہو گیا

ان کی نگاہِ ناز سے وہ بجلیاں گریں
قلبِ جمیل جلوہ گہہ طُور ہو گیا





اے گردشِ زمانہ ہے تجھ کو خبر کہاں
تُو مجھ کو لے کے پھرتی ہے یوں دربدر کہاں

ہر اک گلی میں اپنی گلی ڈھونڈتا رہا!
مجھ کو خبر نہیں ہے کہ ہے میرا گھر کہاں

رہتے کہاں ہو اور نہیں رہتے کہاں ہو تم
تم ہی بتاؤ تم کو مَیں ڈھونڈوں کدھر کہاں

صیاد نے تو طاقتِ پرواز چھین لی!
اُڑنے کے واسطے ہیں مجھے بال و پر کہاں

شاید ترے کرم سے ملے تو اثر ملے
ہم عاصیوں کی آہ میں ورنہ اثر کہاں

سر در پہ جُھک سکے گا یہ ممکن تو ہے مگر
شوریدہ سر کہاں ہیں وہ پاکیزہ در کہاں

سو سو طرح یقین دلایا مگر جمیل!
ان کی نظر میں پیار مرا معتبر کہاں!





کیا خوب کیا حسین مرا انتخاب ہے
ہمسر ہے کوئی جس کا نہ کوئی جواب ہے

دیکھے تو بے پیئے ہی بہک جائے آدمی
آنکھیں تمہاری کیا ہیں چھلکتی شراب ہے

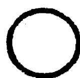
لگتا ہے ایسے آپ کے چہرے کو دیکھ کر
جیسے بھری بہار میں کھلتا گلاب ہے

تم کو قریب دیکھ کے یہ سوچتا ہوں میں!
یہ خواب ہے خیال ہے تعبیرِ خواب ہے

داغِ دل و جگر کا کرو گے شمار کیا
جس کی نہ کوئی حد ہے نہ جس کا حساب ہے

دُنیا کے پیچھے بھول کے دوڑو نہ دوستو
پیاسے کو ریگزار میں جیسے سراب ہے

اک پل نہ رہ سکیں گے انھیں چھوڑ کر جمیل!
اُن کے بغیر زیست ہماری عذاب ہے



دِل ہی کہے ہے قریب نہ وہ آس پاس ہے
ناداں ہے دل کہ ملنے کی پھر اس کے آس ہے

رخصت ہوا ہے ہوش مرا تجھ کو دیکھ کر!
محبوب میرے کس لیے تو بدحواس ہے

ترکِ جفائی آج ہی کھالیں قسم ابھی
دُنیا کے مہ رخوں سے مرا التماس ہے

کردار اِتنا گرچکا انساں کا آج کل
رہتے ہوئے لباس میں وہ بے لباس ہے

تلقینِ صبر کرتے ہو اظہارِ وصل پر
لیکن کہو کہ ہجر یہاں کس کو راس ہے

ان کی محبت ایک دکھاوا ہے ڈھونگ ہے
ان کا غذی گلوں میں نہ بُو ہے نہ باس ہے

اِتنی ہے تشنگی کہ نہ کافی ہو میکدہ
اور سامنے جمیلؔ کے خالی گلاس ہے



جو بے کلی ہے دل میں وہ بے سبب نہیں ہے
دل تیرا ہو چکا ہے دل میرا اب نہیں ہے

گستاخ ہیں نگاہیں اُٹھتی ہیں بے تکلف
مجبور ہیں وہ لیکن، دل بے ادب نہیں ہے

دُنیا جہاں کی نعمت مَیں لے کے کیا کروں گا
کیا فائدہ ہے اس کا تو میرا جب نہیں ہے

اپنا سمجھ کے تو نے دیکھا نہیں ہے ابتک
دل کب نہیں تھا تیرا، دل تیرا کب نہیں ہے

فضل و کرم سے جس کے کٹتی ہے زندگانی
کیسے کہوں مَیں اس کو وہ میرا رب نہیں ہے

نظروں سے دُور ہے تُو، دل سے بھلا ہو کیسے؟
کیا تیرا ذکر لب پر اب روز و شب نہیں ہے؟

چشمِ کرم کی ان کی بس دیر ہے جمیل اب
قسمت بدل ہی جائے کوئی عجب نہیں ہے



سویا ہوا ضمیر ہے اس کو جگا تو دے
"اے انقلابِ وقت کہیں سے صدا تو دے"

لذت کبھی وصال کی مجھ کو ذرا تو دے
یا ہجر میں گزارنے کا حوصلہ تو دے

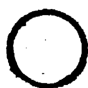
کچھ اور اس سے بڑھ کے نہیں مانگتا ہوں میں
اے درد دینے والے کچھ اس کی دوا تو دے

مدہوش ہو گیا ہوں تجھے دیکھ دیکھ کر !!
اب لڑکھڑا رہا ہوں سہارا ذرا تو دے

تجھ پر عیاں ہے جب مرے دل کی ہر اک مراد
پھر ہر مراد مانگے بغیر اے خدا تو دے

پھیلاؤں اپنا ہاتھ نہ اوروں کے سامنے
پروردگار تو مجھے اتنی انا تو دے

اُٹھ جائے اعتبار نہ دنیا سے اے جمیل
اس دورِ بے وفائی میں تھوڑی وفا تو دے



دل دھڑکتا ہے تو دھڑکا کرے روکا نہ کریں
اور اُبھرتے ہوئے ارمان کو کچلا نہ کریں

کس سے اُمید رکھیں کس پہ بھروسا نہ کریں
اور کتنوں سے کہیں ہم کہ وہ دھوکا نہ کریں

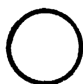
ہوش میں پھر دلِ دیوانہ رہے گا کیسے ؟
ایسی دُزدیدہ نگاہوں سے وہ دیکھا نہ کریں

گر ہے یہ رسمِ وفا تو ہے سمجھ سے باہر
وہ ستم ہم پہ کریں ہم کوئی شکوہ نہ کریں

دل یہ قابو ہی محبت میں کہاں رہتا ہے
اور کہتا ہے کوئی ہم اُسے چاہا نہ کریں

ہے محبّت تو ضروری ہے محبّت کا لحاظ
یوں نگاہِ غلط انداز سے دیکھا نہ کریں

ہے بھلا یا کہ بُرا آپ کا اپنا ہے جمیل
سرِ بازار خدارا اسے رسوا نہ کریں !



کب وہ خط کا جواب دیتے ہیں
اور بھی اضطراب دیتے ہیں

رنج و غم دے کے وہ بنامِ وَفا
اک مسلسل عَذاب دیتے ہیں

جب عطا کرنے پہ وہ آ جائیں
بے حساب و کتاب دیتے ہیں

وہ دِکھاتے ہیں سبز باغ اس کو
تشنہ لب کو سراب دیتے ہیں

جو حقیقت سے دُور ہیں کوسوں!
کیوں سُنہرے وہ خواب دیتے ہیں

دینے والے بمشکل ایک خوشی
کیوں غم بے حساب دیتے ہیں

اس کا مطلب بتاؤ کیا ہے جمیلؔ
تحفۃً وہ گلاب دیتے ہیں!



بوتل اپنی ہے شراب اپنی پیالہ اپنا
ساقی اپنا ہو تو ہے میکدہ سارا اپنا

عشق کو ہم نے عبادت کے مساوی سمجھا
پیار کرنے کا ہے انداز نرالا اپنا

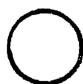
نعمتیں اس کو نوازی ہیں خدا نے کیا کیا
حق ادا کر نہ سکی پھر بھی یہ دنیا اپنا

اب بھٹکنے کا رہِ عشق میں خدشہ ہی نہیں
دیکھا بھالا ہے زمانے سے یہ رستا اپنا

عرش ہل جائے گا دل میرا اگر ٹوٹ گیا
یوں بناؤ نہ مرے دل کو نشانہ اپنا

میری ہر بات کا لیتے ہیں وہ الٹا مطلب
کیسے نادان سے اب پڑ گیا پالا اپنا!

حسن کا ہر کوئی دیوانہ ہوا کرتا ہے
ہے جمیل آج اسی حسن سے رشتہ اپنا



سکون دن میں نہ راتوں کو ہے قرار مجھے
ذرا سنبھلنے تو دے اے خیالِ یار مجھے

نہ پوچھ حال مرا کیا ہوا جدائی میں
خزاں خزاں ہی نظر آئی ہے بہار مجھے

اک ایک لمحہ صدی سا دکھائی دیتا ہے
پہاڑ کی طرح لگتا ہے انتظار مجھے

شمار کر نہیں سکتا میں اپنے زخموں کا
دیئے ہیں زخم پہ زخم اس نے بیشمار مجھے

دکھائی دیتی ہے ہر دم مرے تعاقب میں
سکوں سے رہنے نہیں دیتی چشمِ یار مجھے

ہیں ایک وہ انھیں آتا ہے پیار پر غصہ
ہوں ایک میں بھی غصے پہ آتا ہے اور پیار مجھے

جمیل اس کے کرم سے نہ ہو کبھی مایوس
وہ کہہ رہا ہے کہ دل سے ذرا پکار مجھے



فکر کیوں نہ ہو مجھ کو اپنے آشیانے کی
برق کو ہے بے تابی جب اسے جلانے کی

تم سے پیار کرتا ہوں جان بھی لٹا دوں گا
کس لیئے ہے پھر زحمت مجھ کو آزمانے کی

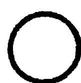
کم ہو یا زیادہ ہو بے نیاز ہوں اس سے
ہو گئی مجھے عادت غم میں ڈوب جانے کی

لاکھ بھی مٹانے سے پیار مٹ نہیں سکتا
بڑی نہیں ہے یہ کوئی بات ہے ٹھکانے کی

آ گئے ہو بھولے سے یا تم آئے ہو قصداً
بڑھ گئی مگر رونق اس غریب خانے کی

آکے یاد ماضی کی اور بھی ستاتی ہے
لاکھ میں نے کی کوشش اس کو بھول جانے کی

اے جمیلؔ جھک جانا ان کی ان کی نظروں کا
ابتدا ہے یہ گویا پیار کے فسانے کی



قدم قدم پہ ستم آپ ڈھائے جاتے ہیں
ستم پھر اس پہ یہ ہے مسکرائے جاتے ہیں

مصر وہ رہتے ہیں دل توڑنے پہ ہمارا مگر
ہمارا ظرف ہے پھر بھی نبھائے جاتے ہیں

نثار کرتے ہیں جو اپنی جان اور دل پر
جہاں میں ایسے بھی انسان پائے جاتے ہیں

وہ دن بھی تھے کہ محبت کی شمعیں جلتی تھیں
"ہمارے شہر میں اب گھر جلائے جاتے ہیں"

وہ قسمیں کیا ہوئیں اک ساتھ جینے مرنے کی
تمہیں بتاؤ کہ وعدے بھلائے جاتے ہیں؟

وہ میری جان کا دشمن ہے کیا کیا جائے
گِلے زباں پہ کب اپنوں کے لائے جاتے ہیں

جمیل دے کے وہ دل کو مرے غمِ فرقت
مری وفاؤں کو یوں آزمائے جاتے ہیں



پہرہ لگا دیا ہے مرے ہر بیان پر
اتنا نہ ظلم کیجیے مجھ بے زبان پر

وعدے کا پاس کتنا ہے مجھ کو بتاؤں کیا
آتا ہوں ملنے کھیل کے میں اپنی جان پر

اک لمحہ اُن کی یاد سے غافل نہیں ہے دل
دن رات اُن کا نام ہے میری زبان پر

میں ہوں کہ ذکر و فکر میں اس کی ہوں رات دن
وہ ہے کہ رینگتی نہیں جوں اُس کے کان پر

ٹھوکر لگے گی کیسے نہ اس بد حواس کو
رکھے زمیں پہ پاؤں نظر آسمان پر

میری وفائیں دیتی ہیں ہر لمحہ امتحاں
وہ امتحان لیتے ہیں ہر امتحان پر

جنسِ وفا نہ ڈھونڈو حسینوں میں تم جمیل
ایسی گراں یہ شئے نہ ملے گی دکان پر



کرتے ہیں گلستاں میں وہ برق و شرر کی بات
کہنے کو ایک بات ہے لیکن ہے شر کی بات

ہر بات کیا زباں سے کہنا ہے لازمی
ظاہر ہے میرے چہرے سے قلب نظر کی بات

یوں اُن کی بے وفائی کا چرچا نہ کیجیے
اچھا تو ہے یہی کہ رہے گھر میں گھر کی بات

سر پر جنون عشق کا ہوتا ہے جب سوار
کچھ بھی سمجھ میں آتی نہیں چارہ گر کی بات

لالے پڑے ہوئے ہیں پرندوں کی جان کے
کرتے ہیں ہم صغیر فقط بال و پر کی بات

باقی ہے اک خلش سی تری یاد میں ابھی!
لیکن چھپائے رکھی ہے درد جگر کی بات

نیت پہ اپنے جمیلؔ ہے موقوف ہر عمل
ہو گی غلط کبھی بھی نہ پیغام بر کی بات



وہ کسی کا بھلا نہیں کرتے
درد دے کر دوا نہیں کرتے

عشق والے جفا نہیں کرتے
حسن والے وفا نہیں کرتے

تم جدائی کی بات یوں نہ کرو
سر کو تن سے جدا نہیں کرتے

اپنی آنکھوں سے ہم کو پینے دو
جام سے ہم پیا نہیں کرتے

دل سے کرتے ہیں ہم تو یادِ خدا
صرف سجدے ادا نہیں کرتے

صرف اُن پر ہی جان دیتے ہیں
کام یہ بارہا نہیں کرتے

جتنی ملنی ہے وہ ملے گی جمیل
زندگی کی دعا نہیں کرتے



دولت نہ اس کی زیست کا معیار دیکھنا
انساں کو دیکھنا ہے تو کردار دیکھنا

راہِ وفا میں سوچ کے چلنا قدم قدم
رستہ بہت ہی اس کا ہے پُر خار دیکھنا

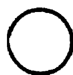
جب کر چکے ارادہ تو پھر سوچنا ہے کیا؟
طوفان دیکھنا ہے نہ منجدھار دیکھنا

دیکھوں جو لاکھ بار بھی بھرتا نہیں ہے دل
اللہ رے یہ حسرتِ دیدار دیکھنا

وعدہ کیا ہے آنے کا تو آؤں گا ضرور
جب تک نہ آؤں راہ مری یار دیکھنا

آنکھوں میں بات ہو گئی لب تک نہیں ہلے
شائستہ میرا کتنا ہے اظہار دیکھنا

زندہ ہے آپ ہی کے لیے آپ کا جمیل
کس حال میں ہے وہ کبھی سرکار دیکھنا



اللہ رے سفید یہ کیسا لہو ہوا!
جو میرا ہم قدم تھا مرے دو بدو ہوا

طالب ہوں آپ کا ہے مجھے آپ سے غرض
پروا نہیں جو سارا زمانہ عدو ہوا

اہلِ چمن یہ کہتے ہیں پھولوں پہ حق نہیں
گلشن پہ جبکہ صرف ہمارا لہو ہوا

میں حالِ دل زباں سے نہ کہہ پایا آج تک
لب کھل سکے نہ جب وہ مرے روبرو ہوا!

عشاق درس لیں ذرا مجنوں کے حال سے
دامن ہی سِل سکا نہ گریباں رفو ہوا

عزت جو دیں گے آپ تو عزت ہی پائیں گے
کر کے ذلیل کوئی کہاں سرخرو ہوا

سچ ہے کہ عشق و مشک نہیں چھپتے اے جمیل
ہونے لگا چرچا عشق کا جو چارسو ہوا



آپ نے جو غم دیئے ہیں کیا وہ کم گہرے نہیں
اب یہ عالم ہے ہمارا ہم کبھی ہنستے نہیں

ایک سناٹا ہے طاری شہر میں چاروں طرف
ایسا لگتا ہے یہاں انسان ہی بستے نہیں

زندگی کے مسئلوں نے ہم کو غمگین کر دیا
بر ربطِ دل میں ہمارے حُسن کے نغمے نہیں

مدعا کہنے سے توہینِ محبت کا ہے خوف
اس لیے ہم احتیاطاً خط اُنھیں لکھتے نہیں

پیار کیا پھولے پھلے گا نفرتوں کے درمیاں
کیسے وہ جی پائیں گے جو بات یہ سمجھے نہیں

زندگی ہے جہدِ پیہم سے عبارت دوستو
جو عمل کرتے ہیں وہ پیچھے کبھی رہتے نہیں

بات ایسی ہو کسی کا دل نہ ٹوٹے اے جمیل
آئینے گر ٹوٹ جائیں تو کبھی جڑتے نہیں



چہرے پہ بحالی بھی ہے اور آنکھ ہے نم بھی
خوشیاں بھی میسّر ہیں مجھے رنج و الم بھی

کیا اتنی عنایت کے بھی حقدار نہیں ہم
غصّہ تو ہمیشہ ہے، کبھی چشمِ کرم بھی

اُن کو بھی تامّل نہیں کچھ جور و جفا میں
کچھ ظلم و ستم جھیلنے تیار ہیں ہم بھی

اظہارِ محبت تو کوئی جرم نہیں ہے
اظہار سے ہو جاؤ گے وابستۂ غم بھی

اک بار زباں سے مجھے کہہ دے اگر اپنا
ہنستے ہوئے سہہ لوں گا ترے ظلم و ستم بھی

اظہارِ محبت سے بھرم ٹوٹ نہ جائے
خودداری کا اپنی تمہیں رکھنا ہے بھرم بھی

کیا دل میں جمیلؔ ان کے ہے اس کو تو کریدو
اظہار نہیں کرتے ہیں پتھر کے صنم بھی



جب عشق میں ہم چاک گریبان ہوئے ہیں
جو مرحلے درپیش تھے آسان ہوئے ہیں

جب سے کہ دل و جاں کے وہ مہمان ہوئے ہیں
جینے کے بڑے ٹھاٹھ سے سامان ہوئے ہیں

مائل بہ کرم آپ ذرا ہم پہ ہوئے کیا
سو جان سے ہم آپ پہ قربان ہوئے ہیں

جینے کا ہمیں آپ سے اک حوصلہ آیا
اس دِل پہ بہت آپ کے احسان ہوئے ہیں

تنہائی کے صحرا میں تھا میں ان سے بچھڑ کر
میری ہی طرح وہ بھی پریشان ہوئے ہیں

آنکھوں سے گزر کر وہ اتر آئے ہیں دل میں
پورے مرے دیرینہ سب ارمان ہوئے ہیں

میں ان میں سما کر ہوں جمیلؔ ان کا تعارف
وہ مجھ میں سما کر مری پہچان ہوئے ہیں



شبنم سے جو دُھلا ہے اِک ایسا کنول ہو تم
موتی سے جو بنا ہو اِک ایسا محل ہو تم

چہرہ ہے چاندنی سا تو باہیں ہیں مرمریں
مصرع ہو اک حسین تو جانِ غزل ہو تم

دُنیا میں مِل سکے گی ہماری مثال کیا
مَیں عشقِ لازوال ہوں حسنِ ازل ہو تم

لکھ دی تمہارے نام پہ مَیں نے یہ زندگی
تم میرا کل تھے آج بھی میرا ہی کل ہو تم

بے لوث میرا عشق تھا تم مجھ کو مِل گئے
میری اُمید، میری تمنا کا پھل ہو تم

ہستی مری بغیر تمہارے نہ تھی نہ ہے
میری حیات و زیست کا اک ایک پل ہو تم

دُنیا میں اُلجھنیں تو ہیں لاکھوں مگر جمیل
دُنیا جہاں کے سارے مسائل کا حل ہو تم



تیرا علاج اے دلِ ناشاد کیا کریں
برباد ہو چکا ہے تو آباد کیا کریں

اب ہو چکے پرائے ہمارے تھے جو کبھی
بیتے ہوئے دِلوں کو بھلا یاد کیا کریں

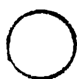
اشعار جن کی نذر تھے محفل میں وہ نہیں
ایسے میں لے کے سب کی بھلا داد کیا کریں

خوگر سا ہو گیا ہے غموں کا ہمارا دِل
جھوٹی تسلیوں سے اُسے شاد کیا کریں

زُلفوں میں ان کی قید ہوا ہے ہمارا دل
پنچھی کو پنجرے سے اب آزاد کیا کریں

عادی سا ہو گیا ہے اسیری کا اب تو دِل
پھر اے شکیل شکوۂ صیاد کیا کریں





ارماں کا قتل کر کے ستمگر کدھر گیا
دل میں لگا کے آگ وہ دلبر کدھر گیا

منزل کی جستجو تھی مجھے وہ تو مل گئی
گھر کو تلاش کرتا ہوں اب گھر کدھر گیا

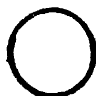
دیکھا تھا جس کو پیار کی نظروں سے پہلی بار
کتنا حسیں لگا تھا وہ منظر کدھر گیا

پایا اسے کہیں نہ کیا ہر جگہ تلاش
جلوہ دکھا کے وہ رُخِ انور کدھر گیا

کس کس کے آستاں پہ مجھے پھوڑنا ہے سر
اُس در کو ڈھونڈتا ہوں وہ در کدھر گیا

ٹھوکر لگی تھی جس سے وہ رہبر تھا اے جمیلؔ
اب ڈھونڈتا ہوں راہ کا پتھر کدھر گیا





کرم ہے یہ بھی ترا یہ تری نوازش ہے
جو میرے حال پہ ظلم و ستم کی بارش ہے

کسی کے کام میں آؤں یہ میری کوشش ہے
نہ ہو بُرا بھی عدو کا یہ میری خواہش ہے

تمہارے ظلم و ستم مُسکرا کے سہہ لوں گا
مِلو نہ غیر سے اِتنی مری گذارش ہے

قسم خُدا کی مَیں ناراض تو نہیں تم سے
مرے خِلاف یہ احباب ہی کی سازش ہے

عدو سے بیر نہیں اپنے غیر اپنے ہیں
نہ ٹوٹے مجھ سے کسی کا بھی دل یہ کاوش ہے

بھُلانا چاہوں تو وہ اور یاد آتے ہیں
مرے خیال پہ دن رات ایسی یورش ہے

نہ جانے کون سا گُل آج کھِلنے والا ہے
جمیل دل میں سرِ شام ہی سے سوزش ہے



سارے شکوہ، گلے اب بھلا دیجئے
اپنے دل میں جگہ اک ذرا دیجئے

جی سکوں گا نہ میں تو تمہارے بغیر
دُور رہ کر نہ مجھکو سزا دیجئے

بھر سکے گا دوا سے نہ اب زخمِ دل
اب دُعاء دیجئے بس دُعاء دیجئے

دیکھ کر اک جھلک تم کو بے ہوش ہوں
اپنے دامن کی مجھکو ہوا دیجئے

توڑیئے یوں نہ دل کو خُدا کے لیے
ہاں میرے پیار کو آسرا دیجئے

آ رہے ہیں تمہاری طرف وہ جمیلؔ
اُن کی راہوں میں آنکھیں بچھا دیجئے





قصۂ ہجر مجھے وہ جو سُنانے آئے!
عشق کی آگ مرے دِل میں لگانے آئے

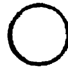
ایسے آنے سے نہ آنا ہی بہت اچھا تھا
سامنے آئے تو بس ہوش اُڑانے آئے

اُن کے آنے میں نہ تھا کوئی خلوصِ اُلفت
ویسے مجھ کو وہ کئی بار منانے آئے

جن کی یاری پہ مجھے ناز رہا ہے برسوں!
وہ فسادوں میں مرے گھر کو جلانے آئے

شمع پہ جلتا ہوا دیکھ کے پروانہ جمیل
"یادِ ماضی کے بہت ہم کو فسانے آئے"





دامن نہ چھوٹ جائے ہے صبر و قرار کا
اچھا صلہ ملے گا تجھے انتظار کا

آنکھوں سے آپ نے جو پلائی تھی مئے کبھی
اترا نشہ نہ آج تک اُس کے خُمار کا

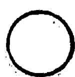
دیوانگیٔ دل مرے چہرے سے ہے عیاں
پوچھو نہ مجھ سے حالِ دلِ بے قرار کا

یہ سوز و دردِ عشق مرا لاعلاج ہے
مارا ہوا ہوں مَیں تری نظروں کے وار کا

اظہارِ عشق اصل میں توہینِ عشق ہے
وہ جانتا ہے حال مرے حالِ زار کا

موسم بدلتا رہتا ہے گُلشن میں دیکھئے
"روکا ہے کون تھام کے دامن بہار کا"

ربطِ نیاز و ناز کو مَیں کیا کہوں جمیل!
رشتہ ہے یہ دلوں کے فقط اعتبار کا



کیا کہوں میں نے تجھ کو کب دیکھا
سر جھکایا ہے جب بھی تب دیکھا

ہر اَدا تیری مجھکو بھاتی ہے
"لطف دیکھا ترا غضب دیکھا"

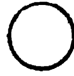
محفلِ غیر میں گھُس آیا ہوں!
مجھ سا تو نے نہ بے ادب دیکھا

خود کو پہچاننا ہی کافی ہے!
کون ایسا ہے جس نے رب دیکھا

وہ نظر آئے مجھ کو اور حسیں
دِل کی آنکھوں سے ان کو جب دیکھا

حال کیا پوچھتے ہو دُنیا کا
اک تماشہ سا روز و شب دیکھا

اس نے پایا جمیل عقبیٰ کو
جس نے جینے کا تیرے ڈھب دیکھا



دِل شاد اگر ہو تو ہر اک چیز حسیں ہے
پیروں کے تلے اپنی زمیں خلدِ بریں ہے

اُس در سے نہ ہو جس کو کوئی واسطہ اے دِل!
بَد بخت ہے وہ اس کی نہ دُنیا ہے نہ دیں ہے

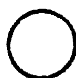
کِس منہ سے بیاں دل کی حقیقت کروں ہم دَم
یہ ایسا مکاں ہے جہاں اللہ مکیں ہے!

بے فیض ہوا اِن سے بچھڑ کر میرا جینا
اب مَیں ہوں کہیں دل ہے کہیں اور وہ کہیں ہے

یہ شمس و قمر اس کے مقابل نہیں کچھ بھی
ہاں اس کے برابر کا حسیں کوئی نہیں ہے!

جب تک نہ بر آئیں گی مُرادیں مری سُن لے
چوکھٹ ہے جہاں تیری وہیں میری جبیں ہے

بدلے گا جمیلؔ اپنا مقدر بھی کِسی دِن
قدرت کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے



ہے اثر یہ سمجھا تھا مَیں نے اپنی آہوں میں
دِل کو اپنے رکھا ہے اس نے نبض نالوں میں

گُلستاں کے دامن میں ہر کلی مہکتی ہے
کس لیے یہ دوری ہے آپ کی، بہاروں میں

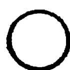
دل سے دل کو ہوتی ہے راہ یہ حقیقت ہے
گفتگو بھی ہوتی ہے آنکھ کے اِشاروں میں

حُسنِ بے نہایت کی بات ہی نرالی ہے !
ان کے رُخ کی تابانی ہے یہ چاند تاروں میں

ہم کو راہِ منزل میں رہبروں نے لوٹا ہے !
"خوف تھا اندھیروں کا لٹ گئے اُجالوں میں"

مجھ کو رحمتِ حق پہ روز و شب بھروسہ ہے
ڈر نہیں ہے کچھ مجھکو ہوں گناہ گاروں میں

اے جمیلؔ نسبت ہی اُن کے در کی کافی ہے
جانتے ہیں وہ مجھ کو اپنے جانثاروں میں



رہِ حیات میں تو میرا ہمسفر ہوتا!
جہاں کا خوف نہ دشمن کا مجھکو ڈر ہوتا

مرے خلوص کے بدلے میں گر نہ ٹھکراتے
تمہارے عشق میں یوں مَیں نہ در بدر ہوتا

تمہیں کو مانگتا اپنے خدا سے اپنے لیے
میری دعائیں ذرا سا بھی گر اثر ہوتا!

مری وفا کو مرے دل کو تم جو اپناتے
مرا ٹھکانہ بھی ہوتا کہیں تو گھر ہوتا

تمہارے جور سے وہ پاش پاش ہو جاتا
اگرچہ سینے میں پتھر کا بھی جگر ہوتا

مرے لیے جو ترے دل میں کچھ جگہ ہوتی
جمیلؔ اتنا تو خود سے نہ بے خبر ہوتا!





مجھ سے کیوں ہے جفا نہیں معلوم
کیا ہوئی ہے خطا نہیں معلوم

جان و دل آپ کی امانت ہیں
کیا جفا کیا وفا نہیں معلوم

زخمِ دل پھر سے مُسکرانے لگے
کیسے بدلی فضا نہیں معلوم

زندگی ان کے نام کر دی ہے
اُن کا اب فیصلہ نہیں معلوم

دل لگی میں تو دل دُکھا بیٹھے
دردِ دل کی دوا نہیں معلوم

بس خُدا پر مجھے بھروسہ ہے
کون ہے ناخُدا نہیں معلوم

کھو گئے عشق میں جمیل ایسے
گھر کا بھی راستہ نہیں معلوم



سوچا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا مانگ رہے ہیں
نادان ہیں اُلفت کا صِلہ مانگ رہے ہیں

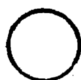
بے لوث عبادت کبھی نہیں ہوتی ہے ہم سے
دو سجدوں کے بدلے میں خدا مانگ رہے ہیں

کچھ دِل کو تسلی ہو ذرا بوجھ تو اُترے
ناکردہ گناہوں کی سزا مانگ رہے ہیں

احسان نہیں ہے یہ کوئی حق ہے ہمارا
بدلے میں وفاؤں کے وفا مانگ رہے ہیں

ہم نے تو کبھی آپ سے کچھ بھی نہیں مانگا
کیا اور بھلا دل کے سوا مانگ رہے ہیں

صیاد کا ڈر ہو نہ کسی بُلبُل و گُل کو
مہکی ہوئی گلشن کی فضا مانگ رہے ہیں



چہرہ دِل کی کتاب ہوتا ہے
اِک مکمل نِصاب ہوتا ہے

عشق کی ابتدائی منزل میں
پہلے سب کو حجاب ہوتا ہے

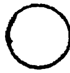
پھنس گیا عشق کے جو چنگل میں
اُس کا خانہ خراب ہوتا ہے

اس کو نعمت سے کم نہیں سمجھو
یہ جو دورِ شباب ہوتا ہے

حُسن کا جب کوئی جواب نہیں
عشق بھی لاجواب ہوتا ہے

جس پہ اُن کا کرم نہیں ہوتا
اُس کا جینا عذاب ہوتا ہے

اس جوانی کا لمحہ لمحہ جمیل!
بس مکمل سراب ہوتا ہے!



اپنوں سے دُوری غیر سے جو التفات ہے
اپنے نصیب اپنے مقدر کی بات ہے

الزام بے وفائی مَیں کیوں اُن کے سر کروں
اُن کی شکست میرے لیے میری مات ہے

کھویا ہوں اس قدر مَیں محبّت میں آپ کی
کچھ بھی خبر نہیں ہے کہ دن ہے کہ رات ہے

دشمن ہے میرا سارا زمانہ تو کیا ہوا ؟
تم ساتھ ہو تو ساتھ مرے کائنات ہے

مل جائے تیرا پیار تو کیا چاہیئے مجھے
سارے جہاں سے بڑھ کے مجھے تیرا سات ہے

سب میں بسا ہے اور ہے سب سے جُدا جُدا
اِدراک و فہم سے بھی پرے تیری ذات ہے

دورِ بہار آئے گا کر صبر اے جمیل !
آثارِ صبح کہتے ہیں کٹنے کو رات ہے !



ڈھونڈنے والا اُنھیں کیا ٹھوکریں کھانے کو ہے
ہر قدم پر ہے یہ دھوکہ منزل اب آنے کو ہے

زندگی بھر زندگی سے پیار ہم کرتے رہے
عشق میں جلنے کی ہمت صرف پروانے کو ہے

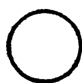
گر خطا ہو جائے تو کر دیجئے اس کو درگزر
کب بُرے کا یا بھلے کا ہوش دیوانے کو ہے

بھولنا چاہوں بھی تو میں بھول سکتا ہی نہیں
یادِ اُن کی لمحہ لمحہ دل کو تڑپانے کو ہے

تشنگی میں بھی نہیں مانگا کبھی ساقی سے جام
کیوں پھر احساسِ ندامت سارے میخانے کو ہے

لو سویرا ہو رہا ہے پھیلتی ہے روشنی
"تیرگی کا راج اب دُنیا سے مٹ جانے کو ہے"

جس نے نیندیں رات کی لوٹیں چرایا دل جمیل
اس حسین پہ دل مرا ہر وقت کٹ جانے کو ہے



ہمیں خبر ہی نہ تھی آپ یُوں خفا ہوں گے
خطا نہ کر کے بھی ہم قابلِ سزا ہوں گے

خلوص کتنا ہے پوچھو یہ میرے سجدوں سے
وہاں وہ ہوں گے جہاں اُن کے نقشِ پا ہوں گے

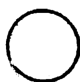
وفا کے نام پہ مٹنے کی بات کرتے تھے
یہ ہم نے سوچا نہ تھا وہ بھی بے وفا ہوں گے

سُنائیں قصۂ غم کس لیے زمانے کو...
وہ غم کو سمجھیں گے جو غم سے آشنا ہوں گے

یہ موت نقلِ مقامی نہیں تو پھر کیا ہے؟
یہ بات کس نے کہی ہے کہ ہم فنا ہوں گے

کرو وہ کام کہ اک دور تم کو یاد رکھے
جو نسلیں آئیں گی تم ان کے رہنما ہوں گے

جمیلؔ اہلِ جنوں کیوں ڈریں مصائب سے
جب ان کے حوصلے خود ان کا آسرا ہوں گے



تمہارا نام ضمانت ہے زندگی کے لیے
چلے بھی آؤ خدارا تم اک گھڑی کے لیے

لگا ہے روگ محبّت کا زندگی کے لیے
اگرچہ دِل تو لگایا تھا دل لگی کے لیے

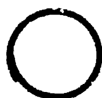
مجھے نشہ کے لیے جامِ جم کی کیا حاجت
نگاہِ یار ہی کافی ہے بے خودی کے لیے

غرض کی دوستی تو دشمنی سے بدتر ہے
خلوص چاہیئے اے دوست دوستی کے لیے

نہیں ہیں عشق و محبّت کے مرحلے آسان
کلیجہ چاہیئے اس بارِ عاشقی کے لیے

شریکِ غم ہی بنا لے مجھے مرے ہمدم
کہے تو جان بھی دے دوں تری خوشی کے لیے

سخن وری بھی عجب ہے جمیلؔ دُنیا میں
کہ خونِ دل کی ضرورت ہے شاعری کے لیے



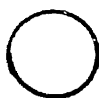
جچتا نہیں ہے کوئی حسیں اب نگاہ میں
جب سے ہوں مبتلائیں صنم تیری چاہ میں

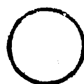
شاید نظر اُٹھا کے تُو اک بار دیکھ لے
کب سے کھڑا ہوں اس لیے میں تیری راہ میں

اپنی نظر سے آپ ہی گرتا ہے آدمی!
رہتی ہے صرف عارضی لذّت گناہ میں

درد و الم ہی ملتے ہیں شاعر کو تحفتہً
تسکینِ قلب ہوتی ہے بس واہ واہ میں

چھوٹے بڑے کا فرق تو دُنیا میں ہے جمیل
شاہ و گدا تو ایک ہیں اس بارگاہ میں





ہم سے ہمارے پیار کی عظمت نہ پوچھیئے
کتنی ہے ہم کو آپ سے اُلفت نہ پوچھیئے

لمحہ صدی کی طرح کٹا انتظار میں
گزری ہے کیسے یہ شبِ فرقت نہ پوچھیئے

مجنوں بھٹکتا پھرتا ہے صحرا و دشت میں
وحشی سے اس کے قلب کی وحشت نہ پوچھیئے

گھڑیاں تو انتظار کی پیہم عذاب تھیں
گزری جو میرے دل پہ قیامت نہ پوچھیئے

چاہت ملی جو اُن کی تو سب مل گیا مجھے
ہوتی ہے کیسی پیار کی دولت نہ پوچھیئے

دشمن ہزار بنتے ہیں اس ایک نام سے
کیا چیز ہے یہ دوستو "شہرت" نہ پوچھیئے

میرے ہیں وہ جمیلؔ مقدر سے کیا کہوں؟
مجھ کو ہے اُن سے کون سی نسبت نہ پوچھیئے



مشہور ہے جہاں میں ترے بانکپن کی بات
سمجھے نہ اس کو تو مرے طرزِ سخن کی بات

آنکھیں ہیں نرگسی تو ہے چہرہ کنول کا پھول
ہے کب کسی حسیں میں مرے گلبدن کی بات

ہوش و حواس رہتے نہیں ان کو دیکھ کر
کس منہ سے کر سکوں گا میں اس دل شکن کی بات

قاصر رہی زبان تو آنکھوں سے کہہ دیا
تم خود سمجھ چکے ہو جو ہے میرے من کی بات

اے ہم صفیرو ذکرِ قفس سے ملے گا کیا؟
لگتا نہیں ہے دِل تو کرو تم چمن کی بات

اقرارِ عشق کر نہ سکیں گے زبان سے
چہرہ سے پڑھنا ہوگا بُتِ کم سخن کی بات

کھو جا کچھ اس طرح سے محبت میں اے جمیل
سب کی زبان پر رہے تیرے لگن کی بات



دل ٹکڑے ٹکڑے اور جگر پاش پاش ہے
زندہ نہیں ہوں گھومتی پھرتی یہ لاش ہے

غیروں سے ملتے رہتے ہو ہنس ہنس کے روز و شب
منظر مرے لیے یہ بہت دلخراش ہے

اس طرح نوجوانوں کو ہے فکرِ روزگار
جیسے کہ ان کا کام تلاشِ معاش ہے

جو کچھ بھی تم کو پانا تھا وہ پا چکے ہو تم
اللہ جانے اب تمہیں کس کی تلاش ہے

دل کی حقیقتوں کی تجھے کچھ خبر نہیں
تیری تو فکر صرف تو ہم تراش ہے

دیکھا جو حسن لوٹ گیا دل وہیں جمیل
میں کیا کروں کہ دل ہی بڑا بدقماش ہے





ظُلم اُن کا شدید ہوتا ہے
کچھ کہو تو مزید ہوتا ہے

مُسکرا کے جو دیکھ لیتے ہیں
بس وہ دن روزِ عید ہوتا ہے

کیا عجب دن بدل کے رہ جائیں
جب کوئی پُر اُمید ہوتا ہے

جان کو بھی وہ کر گیا مجرُوح
دل تو یوں بھی شہید ہوتا ہے

حُسن کا اعتبار کیا ہو جمیل
خونِ خوباں سفید ہوتا ہے





کرتے ہیں جھوٹے چہروں پہ جو اعتبار لوگ
دیتے ہیں اپنے آپ کو دھوکہ یہ بار بار لوگ

کوئی کسی کی بات یہ کرتا نہیں یقین
اتنا گرا چکے ہیں یہ اپنا وقار لوگ

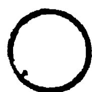
ہم اپنی زندگی میں سمجھ ہی نہیں سکے
کس طرح سے مناتے ہیں جشنِ بہار لوگ

کھلتی نہیں زبان یہ دلبر کے سامنے
کیا جانے کیسے کرتے ہیں لوگوں سے پیار لوگ

سج دھج کے اس طرح سے تو نکلا نہ کیجئے
دیکھیں پلٹ پلٹ کے نہ دیوانہ وار لوگ

سارا زمانہ تم پہ فدا ہے تو اس لیے
تم سا حسین کون ہے ہم سے ہزار لوگ

اُن کو سوائے درد کے ملتا ہے کیا جمیل
جو خونِ دل سے لکھتے ہیں اشعار یار لوگ



عمر گزری نہیں گزاری گئی !
موت سے بھی وہ سہم پہ بھاری گئی !

وہ نہ آئے تو بے قراری تھی !
جب وہ آئے تو بے قراری گئی !

ہو گئے خشک اشک آنکھوں سے
ہوا اچھا کہ اشکباری گئی !

دل لگی میں تو دل دکھ بیٹھے
نیند راتوں کی بھی ہماری گئی

وہ جو بس آپ ہی کے ہو کے رہے
ساری دنیا سے ان کی یاری گئی !

دل مرا ہو گیا ہے جب اُن کا
یہ ہوا دل سے آہ و زاری گئی

اُس نے دیکھا ہے مسکرا کے جمیل
ہو مبارک کہ ناگواری گئی !



مجھ کو جو بنانا ہے تو دیوانہ بنا دے
اس دل کے جھمیلوں ہی سے بیگانہ بنا دے

ساقی مَیں کوئی عام سا مئے خوار نہیں ہوں
آنکھوں سے پلا کر مجھے مستانہ بنا دے

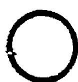
چاہا تھا تجھے یہ تو بُری بات نہیں تھی
تُو چاہے تو اس بات کو افسانہ بنا دے

حسرت ہے یہ دل میں کہ جلوں آگ میں تیری
تُو شمع وفا بن مجھے پروانہ بنا دے

کمسن ہے وہ کیا جانے مرے دل کی حقیقت
یہ ڈر ہے مرے دل کو کھلونا نہ بنا دے

میخانہ مجسم ہے ترا حُسن سراپا
آنکھوں کو سُبو ہونٹوں کو پیمانہ بنا دے

ہے قلبِ جمیل آپ کے ہونے سے گُلستاں
کیوں جور و جفا پھر اسے ویرانہ بنا دے



نظروں سے دُور ہے کوئی دل سے قریب ہے
یہ واقعہ ہے پھر بھی بہت ہی عجیب ہے

سب چاہتے ہیں آپ کو، منزل ہیں آپ ہی
جس پہ نظر ہو آپ کی وہ خوش نصیب ہے

یوں دل ہے بے قرار محبّت میں آپ کی
جیسے چمن میں گل کے لیے عندلیب ہے

کہیئے تو چاند تارے بھی لاؤں میں توڑ کر
ویسے تو عاشق آپ کا شاعر غریب ہے

شمس و قمر بھی ہیچ لگیں جس کے رو برو
میں کیا بتاؤں کیسا وہ میرا حبیب ہے

جھوٹے جہاں میں عیش کریں سرخرو رہیں
ایمان و حق کے واسطے دار و صلیب ہے

نازک بہت ہے دل مرا توڑو نہ اے جمیل
جب سے ہوا ہے عشق شکستہ نصیب ہے



تجھ سے بچھڑ کے آنکھوں میں مرے نمی رہی
پھر میں ملوں گا باقی اگر زندگی رہی

آنکھوں سے پی کے ان کی میں مخمور ہو گیا
جب بھی پیا ہے جام سے تشنہ لبی رہی

تیرے بغیر بزم بھی سُونی لگی مجھے
مجھ کو تو ہر مقام پہ تیری کمی رہی

آثارِ عشق چھپ نہیں سکتے چھپائے سے
چُپ ہو گئی زباں تو نظر بولتی رہی

دیکھا نہ ہوگا آپ نے مجھ سا وفا شعار
دشمن سے بھی تو دل میں مرے دوستی رہی

میرے جنونِ عشق کا فیضان ہی تو ہے
ہر تیرگی میں ساتھ مرے روشنی رہی

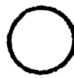
وا حسرتا کہ ساحلِ اُمید و بیم پر
کشتی ہمارے عشق کی بس ڈولتی رہی

مجھ کو بچھڑ کے آپ سے محسوس یہ ہوا
گویا مری حیات مجھے ڈھونڈتی رہی

وہ میرؔ ہو کہ غالبؔ و اقبالؔ اب کہاں
دُنیا میں باقی ان کی مگر شاعری رہی

عِلم و سُخن کی وسعتیں بے حد ہیں اے جمیلؔ
سقراط کو بھی ان میں بڑی تشنگی رہی





مجھ کو ہے یہ تلاش کہ وہ رہگذر ملے
جس راستے سے گزروں مجھے ان کا در ملے

قیمت بڑھے گی سجدہ کی جو اُن کا در ملے
دنیا سے کچھ نہ لوں گا مجھے وہ اگر ملے

ہمدرد و ہم خیال ہیں ہمسفر ملے
کچھ غم نہیں ہے زیست اگر مختصر ملے

دل کی گلی ہے عرصہ سے سُونی پڑی ہوئی
اس رہ گزر سے کاش کوئی رہگذر ملے

تسکین دل کو ہوگی تمہیں دیکھنے کے بعد
ہو ملا گئے گلے تمام جو سینے سے سر ملے

جو بوجھ جانتے ہیں حیات و ممات کو
ہم کو جہاں میں ایسے بشر بیشتر ملے

تھوڑی سی زندگی ہے جھمیل اور غم بہت
حاصل کرو خوشی کو جہاں جس قدر ملے



تیرے بغیر تاروں میں کچھ روشنی نہیں !
جب تو نہیں تو پاس مرے زندگی نہیں !

کیوں تھیں نفس کی آمد و شد دل کی دھڑکنیں
میں اس خیال میں تھا صدا تو نے دی نہیں

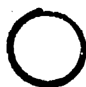
آنکھیں ملا کے آپ نے آنکھیں جو پھیر لیں
یوں ایک بار پی کہ کبھی میں نے پی نہیں

جو جی میں آئے کہہ لو برا مانتا ہوں کب
مجھ کو صدائے یار میں گالی بری نہیں

کس کام کا وہ سجدہ جو دل سے ادا نہ ہو
اخلاص ہو نہ جس میں وہ کچھ بندگی نہیں

ہے جن کے دم قدم ہی سے یہ میری زندگی
کیسے کہوں میں ان سے کہ وابستگی نہیں

جس نے کہی یہ بات بڑی سچ کہی جمیل
"جو کھل کھلا کے ہنس نہ سکے آدمی نہیں"



مَیں کیسے سمجھ پاؤں تیرے پیار کی صورت
اقرار کی صورت ہے نہ انکار کی صورت

آئی نہ سمجھ میں جو کچھ اظہار کی صورت
پیغامِ محبّت دیا اشعار کی صورت

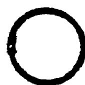
کہنا کہ تڑپتا ہے سدا تیرے لیے دل
آجائے نظر تجھ کو جو اس یار کی صورت

فُرقت میں تڑپنے کا بھلا تم کو پتہ کیا
دیکھو تو کبھی آ کے دلِ زار کی صورت

جب ان کے تصور سے ہی یہ رنگ ہے اپنا
کیا حال ہو کیا جانیئے دیدار کی صورت

آنکھوں سے بیاں کر دی ہے تفصیلِ غمِ دل
جب بن نہ پڑی آپ سے گفتار کی صورت

کیوں ڈھونڈتا پھرتا ہے جمیلؔ اس کو سبھی ہر سو
جب دل میں چھپی ہے ترے دلدار کی صورت



افسوس تم نے دل کو بھی دینے میں عار کی
مَیں نے تو اپنی جان بھی تم پر نثار کی

پڑھ لی ہے مَیں نے چہرہ سے تحریر یار کی
پیدا ہوئی ہے شکل یہ دل کے قرار کی

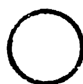
اب فرق ہجر و وصل میں باقی نہیں رہا
دل میں چھپا کے رکھ لی ہے تصویر یار کی

محفل میں آپ آئے تو محسوس یہ ہوا
جیسے چمن میں ہوگئی آمد بہار کی

پھر اپنے دل سے آپ کو کیسے بھلا سکوں
یہ بات اب نہیں ہے مرے اختیار کی

وعدوں پہ اپنے آئیں نہ آئیں ہے اختیار
عادت سی پڑ چکی ہے مجھے انتظار کی

کیوں اتنے کھوئے کھوئے سے لگتے ہو آج تمیل
شاید کہ آنکھیں اُس بُتِ کافر سے چار کی



خُدا جانے ہوا کیا ہے در و دیوار زخمی ہیں
خزاں تو ہے خزاں یارو گل و گلزار زخمی ہیں

عجب انداز سے اب کے بہار آئی ہے گُلشن میں
گلوں کا ذِکر ہی کیا ہے یہاں سب خار زخمی ہیں

شہیدانِ وَفا کا خون اک دن رنگ لائے گا
مجھے محسوس ہوتا ہے صلیب و دار زخمی ہیں

نہ پوچھو کیوں لہو رِستا ہے ان اشعار سے میرے
خطا کس کی ہے یارب کیوں مرے افکار زخمی ہیں

وفا کا نام لے کر ظالموں نے بے وفَائی کی
پرستارِ وفا سارے سرِ بازار زخمی ہیں

دیا یہ شاہ نے بدلہ ہوئے محروم ہاتھوں سے
ہو ہے تاج میں جن کا وہی فنکار زخمی ہیں

جمیلؔ افسانۂ غم کیا سُناؤں اہلِ دُنیا کو
مرا غم دیکھ کر اکثر مرے غمخوار زخمی ہیں



کب تک رکھیں گے آپ مجھے اضطراب میں
کٹتے ہیں روز و شب مرے پیہم عذاب میں

بے دَرد میرے دَرد کو تُو جانتا نہیں
کب تک رہے گا دل مرا تیرے عتاب میں

اپنی مُراد پا نہ سکے گا کسی طرح !
کہدو یہ بات تم مجھے اپنے جواب میں

تم ساحلِ مُراد تھے کیوں دُور ہو گئے
افسوس میں نے عُمر گزاری سراب میں

اِتنی سزا ملے گی یہ سوچا نہ تھا کبھی
ہوتی ہے ایسی بھول تو اکثر شباب میں

جب آپ سے نہیں ہے تعلق مرا کوئی
پھر کیوں ستائے رہتے ہیں آ کے خواب میں

اس کشمکش میں زیست سے بے زار ہے جمیل
زہر اس کو دے بھی دیجیے ملا کر شراب میں



اک لمحہ چین اور نہ اک پل قرار ہے
برسوں سے میرے دل کو ترا انتظار ہے

تعریف اُن کے حُسن کی کیا کر سکے کوئی!
وہ پیکرِ جمال ہے جانِ بہار ہے

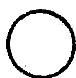
جو اک نظر بھی دیکھ لے بے ساختہ کہے
کیسا عجیب خلق میں یہ شاہکار ہے

نظریں ہیں بے قرار اگر اس کی دید کو
دل اس کی اک ادا کے لیے بے قرار ہے

تجھ سے نہ کوئی وعدہ نہ اقرار چاہیئے
آئے جو تیرے جی میں تجھے اختیار ہے

حسرت ہیں آرزو ہیں نہ کٹ جائے زندگی
یوں بھی تو زندگی کا کسے اعتبار ہے

قلب و جگر کی بات ہی کرتے ہو کیا جمیل
جانِ بہار پر تو یہ جاں بھی نثار ہے



وعدے پہ اعتبار کئے جا رہا ہوں میں
پل پل کا بھی شمار کئے جا رہا ہوں میں

اک جان ہے نثار کئے جا رہا ہوں میں
دل اپنا بے قرار کئے جا رہا ہوں میں

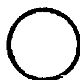
کیا پوچھتے ہو مجھ سے کہ کب پیار ہو گیا
دیکھا ہے جب سے پیار کئے جا رہا ہوں میں

کیا جانے انتظار مرا کیسے ختم ہو؟
برسوں سے انتظار کئے جا رہا ہوں میں

دامن کو سی رہا ہوں میں رو رو کے رات دن
یوں حسرتِ بہار کئے جا رہا ہوں میں

دیوانگی کا حال نہ پوچھو یہ دیکھ لو
دامن کو تار تار کئے جا رہا ہوں میں

حیلے بہانے سارے ہیں یہ کار اے جمیل
ہے پیار اُن سے پیار کئے جا رہا ہوں میں



نہ رہا کام مجھے کعبہ سے بُت خانے سے
مَئے اُلفت جو ملی عشق کے پیمانے سے

غم بڑھے اور بھی غم خوار کے غم کھانے سے
زخمِ دل بھر نہ سکے اوروں کے سمجھانے سے

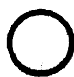
ہر طرف پھیلی ہے یوں میری وفا کی خوشبو
مِن و عَن ہیں کئی قصے مرے افسانے سے

کیا بتاؤں تجھے کیا شئے ہے محبّت اے دوست
سوزِ دل سیکھ ذرا شمع سے پَروانے سے

کیا کہوں تجھ سے خرد مندئ اربابِ جنوں
وہ بظاہر تو نظر آتے ہیں دیوانے سے

تیرے آجانے سے آیا تھا ذرا دل کو قرار
اُٹھ گئی بزم کی رونق ترے اُٹھ جانے سے

اے جمیلؔ آپ خرد مندوں میں ہیں اہلِ خرد
اور دیکھے گئے دیوانوں میں دیوانے سے



دِل ہمارا پیار سے سرشار ہے
گرم اپنے عشق کا بازار ہے

رنگِ رُخ اس شوخ کا گلنار ہے
کیا بتاؤں نور ہے یا نار ہے

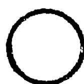
کیا کہوں الفاظ میں دُشوار ہے
چاند اس کے سامنے بیکار ہے

کِتنا پیارا پیار کا موسم ہے یہ
ہر طرف اِک منظرِ انوار ہے

دن گزرنے لگ گئے لمحوں کی طرح
تیز کتنی وقت کی رفتار ہے

یہ ادا بھی خاص ہے اس شوخ کی
اس کی، نا، نا بھی اک اقرار ہے

کیا تری قسمت کا کہنا اے جمیلہ!
وہ ترا خود طالبِ دیدار ہے!



یاس میں دل بکھر نہ جائے کہیں
کوئی جی سے گزر نہ جائے کہیں

وعدہ کر کے مکر نہ جائے کہیں
کوئی بے موت مر نہ جائے کہیں

ایک مدت سے منتظر ہوں میں
عمر یوں ہی گزر نہ جائے کہیں

تیری چاہت میں دل تو کھو بیٹھا
اب یہ ڈر ہے کہ مر نہ جائے کہیں

بعد مدت کے وہ ملے مجھ سے
جان واروں اگر نہ جائے کہیں

اے جمیل آپ بس خموش رہیں
بات کا بھی اثر نہ جائے کہیں





مجھ سے کیوں پوچھتے ہو کیا لکھنا
میرے بارے میں برملا لکھنا

نہ ہی ہمدرد و ہمنوا لکھنا
مجھ کو بس ایک آشنا لکھنا

میری مجبوریوں کو جانو بھی
بعد میں مجھ کو بے وفا لکھنا

اک سہارا تمہارا کافی ہے
یوں نہ بے آز و اسرا لکھنا

دو دلوں میں اگر محبت ہو
اچھی تقدیر دے خدا لکھنا

نہ ملے حق اگر عدالت میں
حق و انصاف کو خدا لکھنا

عشق کرنا جمیل گر چاہو
درد کو پہلے تم دوا لکھنا



دونوں کے درمیاں جو حائل حجاب تھا
ہم کیا کریں کہ اپنا مقدر خراب تھا

پلکیں اُٹھانا اور جھکانا مری طرف
منظر حسین تر تھا بہت لاجواب تھا

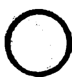
پہلی سی اُن کی آج نگاہِ کرم نہیں
احسان دل پہ ان کا کبھی بے حساب تھا

پہلی نظر میں دل مرا مجروح ہوگیا
وہ زندگی میں ایک بڑا انقلاب تھا

سرتا بہ پا تھیں حُسن کی رنگینیاں عجیب
میری نظر کے سامنے اک ماہتاب تھا

اندازِ گفتگو سے بھی کچھ رکھ رکھاؤ سے
ایسا لگا وہ شخص کہ جیسے نواب تھا

رہتا ہیں کیسے ہوش میں تم ہی کہو جمیل !
وہ چہرہ میرے سامنے تھا اور بے نقاب تھا



وہ سنگدل پگھل نہ سکا اِلتجاؤں سے
میری وفا کا بدلہ ملا ہے جفاؤں سے

ساری بلائیں ان کی میں لے لوں گا اپنے سر
محفوظ رکھے ان کو خدا سب بلاؤں سے

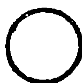
نیچی نگاہیں ان کی بڑا کام کر گئیں!
گھائل ہوئے ہیں قلب و جگر ان اداؤں سے

دردِ جگر کو چاہیے بس ان کی اِک نظر
ہوگا اثر نہ کچھ بھی دوا سے دُعاؤں سے

بے لوث ہو جو پیار تو دُنیا کا ڈر نہیں
کب بجھ سکی ہے شمعِ محبت ہواؤں سے

جور و جفا بھی ان کے گوارا ہیں پیار میں
دل جیت لوں گا ان کا میں اپنی وفاؤں سے

مایوس کیوں ہیں ظُلمتِ شب سے تم اے جمیل
کل ہو گی رنگ و نور کی بارش ہواؤں سے



تمہارے کوچہ سے ہم بار بار گزرے ہیں
چمن سے مثلِ نسیمِ بہار گزرے ہیں

غلط نظر سے نہ دیکھو کبھی مری جانب
نظر کے تیر مرے دل کے پار گزرے ہیں

نظر اُٹھا کے ذرا دیکھ تو خُدا کے لیئے
تمہارے واسطے ہم بے قرار گزرے ہیں

یہ انتظار بھی کچھ کم نہیں قیامت سے
یہ لمحے دل پہ مرے بار بار گزرے ہیں

مرا شُمار بھی تم کر لو خاکساروں میں
تمہارے در سے کئی خاکسار گزرے ہیں

کہاں ہے منزلِ مقصود یہ خُدا جانے
جنونِ عشق میں دیوانہ وار گزرے ہیں

تمہارے دید کو کب سے ترس رہا ہے جمیل
تمہارے ہجر میں دن بے قرار گزرے ہیں



جب سے اُس حُسنِ مجسم کے طلبگار بنے
ہم تو دنیا کی نگاہوں میں خطاوار بنے

دل کی آنکھوں سے کوئی دیکھے تو کچھ بات بھی ہے
اس لیے ہم نہ تیرے طالبِ دیدار بنے!

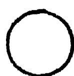
جن کی باتوں میں تکبر تھا وہ محصور ہوئے
عجز فطرت میں تھا جن کی وہی سردار بنے

ویسے دُنیا میں کئی لوگ ہوئے ہیں پیدا
جن میں کچھ ظرف تھا وہ صاحبِ کردار بنے

لوگ غفلت میں رہے بے حس و بے جان ہو کر
"جن کا احساس تھا بیدار وہ فنکار بنے"

دل میں اُمید لیے اس لیے جیتا ہے جمیل
دوستی مجھ سے تجھے پھر لیے بھلے پیار بنے





کہیں رہزنوں کے ہاتھوں یہ نظام آ نہ جائے
کہیں گردشِ زمانہ تہہ دام آ نہ جائے

مجھے ڈر ہے ان لبوں پر ترا نام آ نہ جائے
رہ عشق میں کہیں پر وہ مقام آ نہ جائے

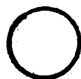
مجھے فکر ہے تو تیری مجھے ڈر نہیں جہاں کا
کہیں چرچا عاشقی کا سرِ عام آ نہ جائے

یہی ساتھ تیرا دے گی تو بھلائی کچھ تو کر لے
کہ حیاتِ مختصر کی کہیں شام آ نہ جائے

مجھے پینے دے نظر سے کہ یہ مئے بُری بلا ہے
مرے ہاتھ سے لبوں تک کہیں جام آ نہ جائے

ترا غم رہے سلامت یہی میری زندگی ہے
کہ جمیل اب خوشی کے تہہ دام آ نہ جائے





وہ جانِ غزل جو مرا دلبر نہیں ہوتا
ہوتا میں زمیں پہ ہی فلک پر نہیں ہوتا

مالک کی نگاہوں میں برابر ہیں سب انساں
برتر نہیں ہوتا کوئی کم تر نہیں ہوتا

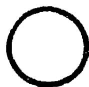
اس در سے تیرے مجھ کو نہ ملتی جو مرادیں
سجدوں سے میرے سر کے ترا در نہیں ہوتا

آہوں سے پگھل جائے گا یہ مجھ کو یقیں ہے
دل ہوتا ہے سینہ میں جو پتھر نہیں ہوتا

ساغر جو بھرا ہو تو چھلک جاتا ہے اکثر
"باہر کبھی آپے سے سمندر نہیں ہوتا"

عاشق سے دغا دوستو ممکن ہی نہیں ہے
معشوق سے یہ کام ہی اکثر نہیں ہوتا

بے تاب شب و روز جمیل اُن کے لیے ہے
اور اُن پہ اثر ذرہ برابر نہیں ہوتا



سامنے میرے کئی ایسے مراحل ٹھیرے
آئے جو مجھ کو بچانے وہی قاتل ٹھیرے

قد کی کوتاہی کا جب ذکر کیا ہے میں نے !
بونے قد ناپنے آ آ کے مقابل ٹھیرے

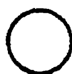
ہوش مندوں کے جہاں ہوش اڑے جاتے ہیں
اس جگہ اہلِ جنوں ہوش میں کامل ٹھیرے

آپ سے اپنا تقابل ہی نہیں ہے ممکن
سائلِ حسن ہیں ہم آپ سخی دل ٹھیرے

کاہلِ دہر ہمیں کہنے لگے اہلِ خرد
سانس لینے کے لیے ہم لبِ ساحل ٹھیرے

تھے جو قاتل رہے خاموش رہائی پائی !
"ہم تو لب کھول کے پابندِ سلاسل ٹھیرے"

حُسنِ یوسف بھی جہاں ماند پڑا جاتا ہے
کون ایسا ہے حسین جمیل ان کے مقابل ٹھیرے



جنوں سر میں لیے کوہکن سا لگتا ہے
وہ ایک شخص مجھے انجمن سا لگتا ہے

بتاؤں کیا کہ مجھے کس قدر خلوص ملا
پرایا دیس بھی مجھ کو وطن سا لگتا ہے

مرے دکن کی ہو تعریف کس طرح ممکن
کہ جب بھی دیکھتے مجھ کو دلہن سا لگتا ہے

ہے بوجھ دل پہ گراں اس قدر جدائی کا
ہر ایک لمحہ مجھے اک قرن سا لگتا ہے

وفا کا میری کہاں امتحان لوگے جمیل
کسی سے آنکھ ملانا غبن سا لگتا ہے



قومی یکجہتی پر نظم

مِل جُل کے اس چمن کو بچانا ہے دوستو
نام وطن کو اُونچا اُٹھانا ہے دوستو

جھگڑے یہ رنگ و نسل کے سب بھول جایئے
ہم ایک ہیں یہ بات نہ دل سے بھُلایئے
نفرت کی تیرگی جو ہے اس کو مٹایئے
اُلفت کے دیپ چار سو بڑھ کر جلایئے
چھایا ہے کُہر دل پہ ہٹانا ہے دوستو
نام وطن کو . . . .

اپنا بھی خون شاملِ فصلِ بہار ہے
اس واسطے وطن سے ہمیں اتنا پیار ہے
ہمکو عزیز گل ہی نہیں خار خار ہے
اپنے چمن میں ہر کسی گل پر نکھار ہے
دورِ خزاں سے اس کو بچانا ہے دوستو
نام وطن کو . . . .

لڑنے کا وقت ہے نہ لڑانے کا وقت ہے
رنجش کو اپنے دل سے بھلانے کا وقت ہے
ہر مسئلے کو جڑ سے مٹانے کا وقت ہے
سب کو گلے سے اپنے لگانے کا وقت ہے
آندھی سے نفرتوں کی بچانا ہے دوستو
نام وطن کو . . . .

ہیں پھول سب جُدا ہے مگر ایک رنگ و بو
مذہب الگ ہیں جیسے مگر ایک ہے لہو
ہر حال میں رکھیں گے وطن کی ہم آبرو
مِل کر کریں گے اس کی ترقی کی جستجو
جنت نشان اس کو بنانا ہے دوستو
نام وطن کو . . . .